قسط ۲

مدارس اسلامیہ کی تاریخ اور اس کی تدریجی ترقی و توسیع

از قلم
(مولانا) عبدالروف صاحب رحمانی
ناظم جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر

چند مثالیں :۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں اور بھی عرض کی جا رہی ہیں کہ اہل علم مختلف آزاد پیشوں سے وجہ معاش پیدا کرتے تھے۔ صرف مدرسی و ملازمت پر معاش کو منحصر نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حافظ محمد بن حارث جن کی تاریخ میں کتابیں ہیں وہ اہل علم ہونے کے باوجود مفلس تھے۔ اور تیل کی دوکان رکھ کر گذر اوقات کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحافظ ج ۳، ص ۲۰۹)

۲۔ محدث ابو ایوب سختیانی وجہ معاش کے لیے چمڑا کا کاروبار کرتے تھے۔ محدث مالک بن دینار کاغذ فروشی کا کام کرتے تھے۔ محدث سعید بن مسیب تیل فروش تھے۔ تیل بیچ کر اپنا گذر کرتے تھے۔

الغرض علم دین کے ساتھ وجہ معاش کا انتظام ہو سکتا ہے اگر کسی عالم دین کو حسب منشاء کوئی ادارہ یا کوئی مدرسہ نہ مل سکے تو غم کیا ہے۔ اپنی تجارت، صنعت و حرفت، یا دوسرے کاروبار اور پیشہ میں لگ لگا کر اپنی زندگی کسی طرح گزار سکتا ہے۔ صرف ملازمت جیسی ذلت آمیز چیز پر نظر کو محدود کیوں رکھیں؟ اور کیوں یہ سوچیں کہ پڑھ کر مدرس و ملازمت کرنی ہوگی اور اس میں تنخواہ و آمدنی کچھ اچھی نہ ہوگی۔

حالی مرحوم نے اس ملازمت کے سلسلہ میں کیا خوب طعن کیا ہے۔

گھر چھٹا بار چھٹا خویش و یگانہ چھوٹا
اک ذلت ملی اور سارا زمانہ چھوٹا

معاش کے لیے مختلف پیشوں کو خود صحابہ کرامؓ نے بھی اختیار کیا جو علوم دین کے ساتھ ساتھ وجہ معاش کے معاملے میں بھی ہمارے اولین رہنما ہو سکتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جس علم و فضل و فقاہت کے درجہ علیا پر تھے۔ وہ اظہر من الشمس ہے لیکن وجہ معاش کے لیے کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ (استیعاب ج ۱، ص ۳۰۷)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجارت مختلف بازاروں سے قائم تھی (صحیح بخاری ج ۱)

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، کپڑوں کا گودام رکھتے تھے اور کپڑے بیچ کر روزی پیدا کرتے تھے۔ (تلبیس ابلیس)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر بسر مزدوری پر ہوتا تھا۔
۵۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کا تجارتی کاروبار حبشہ سے قائم تھا (طبقات ابن سعد)
۶۔ اسی حضرت عثمان بن طلحہؓ درزی کا کام کرتے تھے۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۸)
۷۔ حضرت خبابؓ بن حارث لوہار کا پیشہ کرتے تھے (صحیح بخاری ج ۱)
۸۔ حضرت زید بن ارقم و براء بن عازبؓ صراف کا کام کرتے تھے (فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۸)
حضرت طلحہؓ بھی چاندی کے سکوں اور دینار و درم کے سکوں (صرافہ) کا کام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹)
امام بیہقی نے صحابہ کرامؓ کے مختلف پیشوں اور وجہ معاش کی مختلف شکلوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ انہی میں نجار بھی تھے، عطار بھی تھے، لوہار بھی تھے، حجام و قصاب بھی تھے۔

تفصیل کے لیے سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

خود انبیاء بھی اپنے علم و نبوت کبریٰ کو وجہ معاش نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنے ہاتھ کی کمائی اور محنت و مزدوری سے گزر اوقات کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام سلائی کرتے تھے حضرت ادریس علیہ السلام کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھ و محنت کی کمائی سے بڑھ کر اور کوئی روزی نہیں ہے (صحیح بخاری ج ۱۔ کتاب البیوع ص ۲۷)

صحابہ کرام و تبع تابعین کی روش پر ہمارے ائمہ چلے، انہوں نے پوری محنت و جانفشانی سے علم دین کو حاصل کیا اور طرح طرح کے آزاد پیشوں کو وجہ معاش کے طور پر اختیار کیا اور زمانہ پر اپنے علم و فضل و استغناء و بے نیازی و جلالت شان کا سکہ بٹھا دیا۔ حالی مرحوم نے ان بزرگوں کے ذکر میں لکھا ہے ؎

وہ قطب زماں ٹھہرے بزاز تھے جو ابو الوقت ہو گزرے حفار تھے جو

مناسب ہے کہ وہ طلبہ کرام جو کمال محنت کے سبب کبھی علماء کا خطاب پائیں گے اگر غریب ہیں تو اسلاف کی طرح مختلف پیشے کر کے گزر بسر کریں، ہرگز در در کی گدائی اور شہر شہر چندہ نہ کریں۔ الحذر ثم الحذر
اگر دولت مند و خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں تو اوسط درجہ کی آمدنی ان کے لیے خود کافی ہے اس سے کاروبار کریں اور علمی شغل کو کسی حال میں بھی ترک نہ کریں۔ بلند نظر اور صاحب حوصلہ اہل علم ملازمت جیسے ذلیل شغل کو کبھی وجہ معاش کے لیے اختیار نہیں کرتے، شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

جز بخرد مند مفرما عمل گرچہ عمل کار خردمند نیست

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ تعلیم سے مقصود ملازمت نہ ہو بلکہ آزاد کاروباری زندگی اور

بلند حوصلگی چاہیے۔

مولانا لکھتے ہیں۔

"۱۹۱۴ء میں واشنگٹن (امریکہ) کے مدرسہ ثانویہ (سکنڈری اسکول) میں طلبہ کا امتحان تھا اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ہر متعلم یہ لکھے کہ وہ تکمیلِ تعلیم کے بعد کیا کرنا چاہتا ہے۔ ڈھائی سو طلبہ میں سے صرف دس لڑکوں نے سررشتۂ تعلیم کی ملازمت پسند کی تھی۔ باقی سب نے آزاد کاروباری زندگی کی جانب رغبت ظاہر کی سرکاری ملازمت کا پسند کرنے والا کوئی نہ نکلا"۔

ایک طالبہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ میں امریکہ کا پریذیڈنٹ بننا چاہتی ہوں۔ حقیقی تعلیم نے اس کے خیالات کو بلند کر رکھا تھا۔ اور آج یہ مقصد ہے کہ پڑھو پڑھ کر گریجویٹ ہو جاؤ اور کوئی نوکری چاکری کرو۔

ہمارے زمانہ کے اہلِ علم و علم شناس طلبہ اس کو پیشِ نظر رکھیں کہ امام بخاریؒ نے کبھی ملازمت نہیں کی ہے اور کبھی تعلیم و تعلم کا کام وجہ معاش کے طور پر اختیار نہیں کیا۔

حصولِ علم کے لیے امراء کے مصارف۔ جس طرح علماءِ سلف میں غرباء و فقراء فاقہ کشی، جفاکشی کے ساتھ تعلیم دین میں منہمک نظر آتے ہیں اسی طرح وقت کے رؤساء و امراء نے بھی زرِ کثیر صرف کر کے علمِ دین کو حاصل کیا ذیل کے چند واقعات سے اس پر روشنی پڑے گی۔

۱۔ ہشام بن عبید اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سو شیوخ سے تعلیم دین حاصل کیا اور سات لاکھ درہم (پونے دو لاکھ روپے) تحقیل علم کے لیے خرچ کیا۔ (تذکرہ ج۱ ص ۳۵۱)

۲۔ محدث بن سلامؒ نے کہا کہ میں نے اپنی طالب علمی کے دور میں اسی ہزار روپے صرف کیے۔ (تذکرہ ج ۲ ص ۱۰)

۳۔ امام ذہلی نیشاپوریؒ نے فرمایا کہ میں نے طلب حدیث میں ایک لاکھ پچاس ہزار درہم صرف کیا۔

۴۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ میں نے مسلم حدیث کے سلسلے میں گھر کی پوری جائیداد کو اپنے خرچ میں لے لیا اور دس لاکھ پچاس ہزار درہم صرف کیا۔ (تہذیب الاسماء ج ۳ ص ۱۵۶)

۵۔ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طلب حدیث میں بیس لاکھ دینار خرچ کیا (معجم الادباء ج ۱ ص ۲۵۵)

ء معجم الادباء میرے پاس نہیں ہے لیکن یہ حوالہ مقالات سنیہ ص ۲۴۴ مطبوعہ حیدرآباد سے ماخوذ ہے اصلی عبارت یہ ہے والخطیب البغدادی قد بذل فی طلب الحدیث عشرین الف الف دینار ان واقعات سے واضح رہے کہ امراء سلف کس قدر ذوق و شوق کے ساتھ اپنے زرِ نقد کو علم کی خاطر لٹاتے تھے۔ آج علوم دینیہ کے لیے یہ شوق ختم ہو گیا۔ انگریزی و دنیاوی علوم کے لیے البتہ روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں مگر دینی علوم و فنون کی تعلیم کے لیے بچوں پر خرچ کرنا اور ان کو پڑھانا سخت مشکل مسئلہ بن گیا ہے۔

غرباء نے فاقہ کشی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ دینی علوم طلب کرنے والوں میں اصحاب صفہ سرفہرست ہیں۔ ان حضرات نے محنت شاقہ اور بھوک کے شدائد برداشت کر کے تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ طالب علمی کے واقعات مشہور ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

۲۔ آئمہ کرام میں حضرت امام شافعیؒ ایک جلیل القدر عظیم المرتبت انسان ہیں آپ سے علم سیکھنے والے حضرات کا ایک بار شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے دروازہ پر نوسو سواریاں اہل علم کی موجود ہیں آپ نے طالبعلمی کا زمانہ نہایت تنگدستی سے بسر کیا۔ حتیٰ کہ ضروری نوٹ لکھنے کے لیے کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی دستیاب نہ ہوتا۔

۳۔ قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں ایک مشہور امام ہیں۔ تعلیمی زمانہ آپ نے بھی عسرت و تنگدستی سے بسر کیا ستو تک نہ پاتے تھے کہ شکم پروری کر لیں۔ لکھنے کے لیے کاغذ تک نہ ملتا تھا۔ بچپن ہی میں ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ جو کچھ پڑھا لکھا یتیمی و ناداری کی حالت میں لکھا پڑھا۔ بسا اوقات صرف پانی پی کر زندگی بسر کرتے تھے۔ (مقدمہ ہدایہ شرح وقایہ)

۴۔ امام اخفشؒ جو لغت و ادب کے امام ہیں ان کے طالب علمی کا زمانہ بڑی تنگی و مفلسی میں بسر ہوا کچھ نہ ملتا تو کچے شلجم کھا کر پیٹ بھرتے۔ (الفلاکۃ والمفلکون ص۶۵)

۵۔ حافظ حجاج بغدادیؒ کا زمانۂ تعلیم اس طرح خشک و ناگوار گزرا ہے کہ عموماً خشک روٹیوں کو دجلہ کے پانی میں بھگو کر ذرا نرم ہو جانے پر کھاتے۔ (تذکرہ ج ۲ ص۱۱۸)

۶۔ بقی بن بغداد قرطبیؒ کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ طالب علمی اس تنگ دستی سے بسر کیا ہے کہ بسا اوقات مجھے صرف کرنب کی چپا چپا کر دن کاٹنا پڑا ہے۔ (تذکرہ ج ۲ ص۱۸۴)

۷۔ محدث ابن داؤدؒ ایک بڑے پایہ کے محدث ہیں آپ نے بھی طالب علمی میں بڑی سختی و تنگی برداشت کی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب میں کوفہ میں طالب علم بن کر گیا تو میرے پاس صرف ایک درہم تھا۔ اس سے میں نے تیس مد باقلا خریدا اور اُسے بیس دن تک استعمال کرتا رہا۔ چار آنہ سے گزر بسر کرنے والے طالبعلم اپنی محنت و علمی قابلیت کے سبب ایسے محدث یگانہ ہوئے کہ خلیفہ بغداد مقتدر باللہ ان کے وظیفہ کی ماہانہ رقم خود اپنے ہاتھ سے تول کر اپنے خادم خاص کے ذریعہ آپ کے پاس بھجواتا۔ (تذکرہ ج ۲ ص۲۹۹)

یہ غرباء و فقراء اگرچہ مادی دولت سے محروم تھے۔ مگر دینی علوم سے ان کا دامن مالامال تھا۔ ان کے علم و فضل کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں ہو گئی۔

عربی جامعات اور اسلامی مرکزی دارالعلوم کی ضرورت:۔ آغاز اسلام سے چوتھی صدی ہجری تک تعلیم و تعلم کا سلسلہ مسجدوں میں قائم تھا پھر بعد میں بڑے بڑے مدرسے کھلے جن میں ائمہ وقت تعلیم و تدریس کے فرائض

انجام دیتے تھے [illegible] علم کی تعلیم کے ساتھ متعلقہ علوم فنون، فقہ و ادب، تاریخ جغرافیہ، حساب، ریاضی، فنون بلاغت و فصاحت میں اہل علم تبحر و کمال حاصل کرتے تھے۔ آئمہ سلف ان تمام علوم و فنون پر دسترس و مہارت رکھتے تھے۔ اور ان علوم کے ذریعے اسلام کی عظیم الشان خدمات انجام دیتے تھے۔ ان تمام علوم پر محنت و مہارت و کمال حاصل کرنے کے سبب غزالی، رازی، ابن حجر اکابر و مشاہیر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی علمی خدمات اور ان کی تصنیفات، ان کی وسعت نظر و جلالت شان پر دلالت کرتی تھیں۔ چند مثالیں عرض کی جا رہی ہیں تاکہ آپ پر یہ واضح ہو سکے کہ گزشتہ دور کے دارالعلوم جامعات اور اسلامی علمی درسگاہوں سے کیسے کیسے باکمال اور کیسے کیسے باصلاحیت رجال علم و آئمہ فن بن کر نکلے تھے۔ گزشتہ دور کے طلبہ کی محنت و مشقت اور جانفشانی سے تعلیم حاصل کرتے اور اچھے و باکمال شیوخ کی نظر تربیت سے جو درس [illegible] پانے کا نتیجہ تھا۔

کمال علم و فن اور وسعتِ نظر کی چند مثالیں: علوم دین میں تبحر و مہارت فن و کمال علم کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام ابوالحسن اشعریؒ نے ایک تفسیر اہل سنت کے لیے لکھی جس میں جبائی کی قرآنی تاویلات کے مغالطات اور اس کے استدلالات کی غلطیوں کو خود قرآن کریم کی آیات کریمہ کی روشنی میں واضح کیا تھا۔ اور اصل مسلکِ حق کی پوری توضیح فرما دی تھی۔ اس قدر ربط و تفصیل سے یہ تفسیر لکھی گئی کہ سورۂ کہف سولھویں پارہ تک پہنچتے پہنچتے اس کی سو جلدیں ہو گئیں تھیں۔ اس کی تعریف میں امام یافعیؒ لکھتے ہیں۔ وبین المجمل وشرح المشکل وجعلها حجة لأهل السنة (مرآة الجنان ص۲۰۰)

یعنی مجمل و مفصل و مشکل کو شرح کر دیا اور اہل سنت کے لیے یہ تفسیر ایک بڑی حجت و دلیل بن گئی۔

۲۔ امام اشعریؒ کی وسعتِ نظر و کثرت تصانیف پر یہ تاریخی حقیقت خود روشنی ڈالنے کے لیے کافی ہے کہ امام ابوالحسنؒ نے اتنی کتابیں تصنیف کی تھیں کہ ان کتابوں کے مختصر تعارف میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ تین سو اسی جلدوں میں تھیں۔ (مرآة الجنان ج ۲ ص۲۲۹)

۳۔ حافظ ابن محمد کوفی ایک لاکھ احادیث کے باسند حافظ تھے۔ ان کی کتابیں چھ سو اونٹوں کا بوجھ تھیں۔ امام الدارقطنی نے ان کی بے حد تعریف لکھی ہے۔ (مرآة الجنان ج ۲ ص۳۱۱)

۴۔ علامہ ابوبکر بن محمد الانباریؒ نحو و لغت کے امام تھے۔ ابو علی قالی نحوی روایت کرتے ہیں کہ شیخ ابوبکر کو تین لاکھ اشعار لغات قرآن کے شواہد کے لیے ازبر تھے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ شیخ موصوف کو قرآن حکیم کی ایک سو تفسیریں اسانید کے ساتھ یاد تھیں۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ میرے شیخ ابوبکر انباریؒ نے ۵۴ ہزار

ورق میں غریب الحدیث پر بھی ایک کتاب لکھی (مرأۃ الجنان ج ۲ صفحہ ۲۹۴)

۵۔ علامہ ابن جوزیؒ جو اسلام میں بڑے نامور مصنف اور جادو بیان مقرر گذرے ہیں ان کی کثرت تصانیف کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ رات دن علم حدیث لکھنے کے لیے جو قلم بناتے تھے اس کا تراشہ محفوظ رکھتے تھے۔ اپنے ارتحال کے وقت وصیت فرمائی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشہ سے گرم کیا جائے۔ جو علم حدیث لکھنے کے سلسلے میں میرے قلم کے تراشے ہیں چنانچہ اسی تراشہ سے پانی گرم کیا گیا، پھر بھی تراشہ بچ رہا۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی)

۶۔ علامہ ابن حزم اندلسی کثرت معلومات وکثرت تصانیف کے اعتبار سے اندلس میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی تالیفات حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ اور ادب وغیرہ میں چار سو مجلدات پر مشتمل ہے۔

۷۔ ابجد العلوم میں نواب صدیق الحسن خاں صاحبؒ والی بھوپال لکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر وشرح سے متعلق بہت سے لوگوں نے کتابیں اور تفسیریں بھی لکھی ہیں۔ ازاں جملہ امام فخر الدین رازیؒ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھی ہے۔ جس میں امام رازیؒ نے صرف سورۃ فاتحہ سے دس ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ نواب صاحبؒ لکھتے ہیں امام رازی نے تفسیر کبیر کے مقدمہ میں خود اس کی صراحت کی ہے۔ (ابجد العلوم صفحہ ۴۴۳)

۸۔ علامہ ابن دقیق العیدؒ کی وہ محترم ہستی ہے کہ جب مصر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فراسہ صادقہ یعنی دانائی مومن سے حوادث ووقائع کا اندازہ کر لیتے تھے اور لوگوں کے خواطر وقلوب سے فراست آگاہ ہو جاتے تھے۔ صفاء باطن وفراست ایمانی کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں کمال تبحر کا یہ عالم تھا کہ حدیث براء بن عازبؓ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبع ونہانا عن سبع سے چار سو فوائد کا استنباط کیا اور نہایت ہی عمدہ پیرایہ سے بیان کیا۔ (اتحاف النبلاء صفحہ ۳۶۱)

امام نوویؒ نے ان کی شان میں کیا خوب لکھا ہے

لکل زمان واحد یقتدی بہ ۔۔۔ وھذا زمان انت لاشک واحد

۹۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی استاذ بن محمد سلمان کافیجیؒ اپنے استاذ بن محمد سلمان کافیجی کا تذکرہ ان لفظوں میں کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ علامہ دھر معقولات وحیثیت کلام کے امام اور فقہ ونحو وغیرہ علوم کے شیخ الکل تھے۔ ان کی اس قدر تالیفات ہیں۔ کہ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ آپ اپنی تالیفات کا نام لکھا دیجئے فرمایا لا اقدر علی ذلک۔ لکھتے ہیں کہ میں اپنے استاذ کے پاس پورے چودہ برس تک رہا۔ اور روزانہ نئی تحقیقات ونکات معلوم ہوتی رہیں۔ جو اس سے پہلے میں نے کہیں نہیں سنی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مجھ سے پوچھا کہ زید قائم کا اعراب کیا ہے۔ اور یہ اعراب کن کن وجہ سے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ طفل مکتب ہیں آپ کے سامنے

کیا بیان کر سکے ہیں دیکھا کر اس میں ایک سو تیرہ بحثیں ہیں - میں یہ سن کر حیران رہ گیا اور میں نے استاد سے عرض کیا او اقدم سالہا سے حق استفیدھا - کہ حضرت جب تک مجھے آپ یہ سب نہ بتلا دیں گے میں آپ کی مجلس سے علیحدہ نہ ہوں گا۔ (الفوائد البہیۃ)

۱۰ - مؤرخ اسلام و مفسر قرآن ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ کے متعلق علامہ ذہبیؒ کی روایت ہے کہ آپ کی تصنیفات کا اندازہ آپ کی وفات کے بعد لگایا تو مجلدات کی تصنیف کا اوسط پچاس ورق یومیہ نکلا۔

(تذکرہ الحفاظ ج ۲ ص۲۷۹ تہذیب الاسماء ج ۱ ص۹۷)

مؤرخ ابن جریر طبریؒ کی طرح ابوالحسن علی مسعودیؒ نے تیس جلدوں پر مشتمل اپنی تاریخ لکھی - اور ان عظیم مورخین اسلام کے علاوہ ابن خلدون محمد بن اسحاق، مورخ بن ہشام، مورخ واقدی صاحب، طبقات ابن سعد احمد بن یحییٰ بلاذری صاحب (فتوح البلدان) اور مؤرخ ابن اثیر صاحب الکامل فی التاریخ، بڑے پایہ کے مورخ اور بہترین جغرافیہ نگار تھے۔

۱۱۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام لکھی جو پندرہ جلدوں میں تمام ہوئی اس کے علاوہ ایک سو تیرہ کتابیں مزید لکھیں

(تہذیب واللغات ج ۱ ص۴۷)

۱۲ - شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تصانیف کی فہرست خود اپنے ہی رسالہ شذرات الذہب میں پانچ سو ۵۰۰ شمار کرائی ہیں -

۱۳۔ علامہ ابن تیمیہؒ جو بارہا تنگ و تاریک قید خانوں میں ڈالے گئے تھے۔ تا حدِ امکان آپ نے وہاں بھی تالیفات کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ قرآن مجید کے اسرار و نکات پر مشتمل تفسیر، آپ نے جیل خانہ میں لکھی - اس عزیز تفسیر کے علاوہ آپ کی پُر مغز تصانیف پانچ سو سے زائد ہیں ان میں سے بعض بعض تصانیف تو کئی کئی جلدوں میں ہیں - (اتحاف النبلاء)

۱۴۔ حافظ ابن حجرؒ علم حدیث و رجال پر بڑی وسعت نظر کے مالک تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تفسیر و تاریخ فقہ و ادب کی اونچی اونچی کتابوں پر بھی آپ کو کامل عبور تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حوالوں کے لیے حسب ذیل کتابوں کا نام لیا ہے۔

تفسیر طبری، مصنف عبدالرزاق، مسند بزار، معجم طبرانی کتب تاریخ میں تاریخ بلاذری، تاریخ ابن خیثمہ تاریخ مروج الذہب للمسعودی اور تاریخ خطیب بغدادی، کتب فقہ میں شمس الدین سرخسی کی کتاب المبسوط اور امام طحاوی کی معانی الآثار وغیرہ کتب اصول میں تنقیح فہوم اہل الاثر، اور کتب سیر میں سیرت ابن ہشام، شفاء قاضی عیاض وغیرہ کتب لغت میں صحاح جوہری وغیرہ اور دواوین کتب اشعار میں معجم الشعراء للمرزبانی ہیں۔ جس طرح حافظ ابن حجرؒ

کو اس دور کے جملہ علوم و فنون متعلقہ میں عبور و کمال او ... مباحث میں ان کتابوں کے استحضار کا ملکہ بدرجہ اتم حاصل تھا۔ اگر آج بھی تبحر اور کمال علم و فضل اور اپنی عظمت و مقام حاصل کرنا ضروری ہو تو جملہ علوم عالیہ و آلیہ کی معیاری تعلیم اور مطالعہ و دولت علم کی جملہ آسانیوں کے قائم رہنے کے لیے ایک جامعہ اور ایک مرکزی دارالعلوم کی شدید ضرورت ہے جہاں قرآن کریم و احادیث نبویہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جملہ علوم و فنون کی تعلیم و تدریس اور بہترین ماحول و تربیت کا اس قدر عمدہ نظم ہو کہ وہاں سے پڑھ کر فارغ ہونے والے طلبہ علم دین کا وقار بلند کر سکیں اور ملک و ملت کی صلاح و فلاح کے مقصد عظیم کو پورا کر سکیں۔

مخالفین اسلام کو اپنے محققانہ دلائل سے قائل کر سکیں اور مستشرقین یورپ کے دجلانہ و عیارانہ تلبیسات کے پرخچے اڑا سکیں اور اسلام کے چہرے سے باطل کے غازہ و پاؤڈر کا تنزکیہ و تصفیہ کر سکیں اور اسلامی حقائق و معارف پر گرانقدر تصنیفات و تالیفات سے اسلامی ذخیرہ میں بہترین اضافہ کر سکیں۔

سرکاری یونیورسٹیاں عربی جامعات و مرکزی دارالعلوم کا کام نہ دیں گی۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملک میں بہت ساری سرکاری یونیورسٹیاں موجود ہیں ان میں سے بعض بعض میں دینی علوم کا کچھ حصہ شامل رہتا ہے ان سے دینی علوم و فنون کی تعلیم و تعلم کا خاطر خواہ مقصد برآمد نہیں کیا جا سکتا اور کیوں نہ جو پیسے اور وقت دوسرے مرکز کے لیے صرف ہونے والا ہو وہی قوت و پیسے یونیورسٹیوں کو پہنچائی جائے اور اس مقصد کے تحت کام کیا جائے۔ اس سلسلہ میں دو باخبر ماہرین اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ منتظمین کی شہادت پیش کی جا رہی ہیں۔

المنیر لائل پور رقمطراز ہے کہ ڈاکٹر اشتیاق قریشی صاحب وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی نے رائج فن و تعلیم کے تحت قائم شدہ تعلیم گاہوں کے بارہ میں فرمایا کہ ہم تن من دھن کی بازی لگا کر بچوں کو ان درسگاہوں میں بھیجتے ہیں لیکن جب وہاں سے نکلتے ہیں تو ان کے دل میں نور ایمان کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔

۲۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان صاحب نے بھی کہا کہ یہ نظام تعلیم جس کی ہم اور آپ پیداوار ہیں اور جس سے ہم اس وقت متعلق بھی ہیں۔ برطانوی حکومت کی میراث ہے جس کا ہمارے اخلاق و عقائد اور روایات سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ نظام تعلیم ہمیں دین سے دور کر رہا ہے۔

(المنیر لائل پور ۲۰ دسمبر ...)

فرنگی تخیلات کے تحت جو نصاب تعلیم ان سرکاری اسکولوں میں رائج ہے ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بجز چند ایک کے جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ عموماً دین سے اور اسلامی روایات سے منحرف ہو گئے ہیں اور ان کا ذہن اسی سانچے میں ڈھل گیا ہے۔ جو لادینی فلسفے نے تیار کیا ہے۔

اسی نظام تعلیمات کے اثرات سے متعلق اکبرالہ آبادی کہتے ہیں۔

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں مغربی ان کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں

ہمارے جامعات اور مرکزی دارالعلوم کا مقصد جہاں قرآن و حدیث میں کمال و تبحر حاصل کرنا ہے وہیں ادب عربی، فقہ و تاریخ میں اختصاص و امتیاز کا حصول بھی ایک اہم ترین مقصد ہے کہ جید و محقق علماء و بالغ نظر فصحاء کی اچھی تعداد پیدا ہو اور باصلاحیت مقررین و مبلغین کی بھی فراہمی ہو سکے۔ اور تعلیمی اداروں کے لیے بہترین اساتذہ اور معیاری مدرسین میسر آسکیں۔

ادب و تاریخ کی اہمیت: کتاب و سنت کے ساتھ علم تاریخ کی جو اہمیت ہے اس پر روشنی ذیل کے واقعہ پر پڑے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ

خطیب بغدادیؒ کے زمانہ میں یہودیوں نے خلیفۂ وقت کی خدمت میں ایک دستاویز پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جزیہ معاف کر دیا ہے۔ خلیفہ نے اس معاملہ میں حضرات علماء سے رجوع کیا اور کوئی فیصلہ اس کے رد و قبول کے بارہ میں نہ ہو سکا۔ لیکن جب معاملہ خطیب بغدادیؒ تک پہنچا اور آپ نے دستاویز کو چند منٹ تک غور سے دیکھا تو بعض تاریخی حقائق کی روشنی میں آپ نے فیصلہ دیا کہ دستاویز جعلی ہے کیونکہ اس پر ایسے صحابہ کی شہادتیں ہیں جو اس دستاویز کے لکھے جانے کی تاریخ تک مسلمان ہی نہ ہوئے تھے اور بعض ایسے صحابہ کی تصدیق درج ہے جو اس تاریخ سے پہلے رحلت فرما چکے تھے۔ غرض آپ نے کئی سو وجوہ سے دستاویز کا جعلی و مصنوعی ہونا ثابت کر دیا۔ خلیفہ نے خوش ہو کر آپ کی اس تحقیق انیق کا صلہ دیا اور آپ کا مرتبہ بلند کیا اور مجرمین کو سزائیں دیں۔ (اتحاف النبلاء ص۱۸۶)

الغرض علم تاریخ کی افادیت تو مسلم ہے لیکن اسی طرح فقہ، علم، حساب، ادب عربی وغیرہ کی تعلیم و تدریس بھی اس شان سے دی جائے کہ ہر طالب علم ان علوم و فنون میں یکتا و نادر روزگار بن سکے اور وہ صرف اپنے جامعات، مرکزی دارالعلوم ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری ملت کے لیے مایۂ ناز ہستی ثابت ہو جائے۔ اس جامعات و دارالعلوم کے نظماء و دیگر عمائدین و شیوخ اور اساتذہ کرام ایسی دیانت و تربیت صالحہ کے ساتھ اس میں کام کریں کہ ان کی روحانیت اور تقویٰ و طہارت کی چھاپ ایک طرف طلبہ پر پڑ رہی ہو تو دوسری طرف ان کا ذہن و دماغ اسلامی علوم و فنون کے لیے معدن و مخزن بن رہا ہو۔

ایک لمحۂ فکریہ: سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس طرح علی گڑھ یونیورسٹی نے مسلمانوں کی نسل کو بڑی حد تک اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔ اسی طرح کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہماری یہ مرکزی درسگاہ علماء دین کی نئی کھیپ کو اپنے سانچہ میں ڈھال لے جائے اور ان کے ضمیر و باطن کو دینی اقدار و تدین کے ساتھ پُرانوار بنا دے۔

یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ سرسید احمد مرحوم کے شاگردوں میں تو ان کے جانشین آج بھی موجود ہیں ۔ لیکن محدث یگانہ شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ کے جانشین اب بیدار نہیں ہو رہے ہیں ۔

یہ خامی آخر کیوں ہے؟ اس نقصان کی تلافی آج کیونکر ممکن ہے؟ ضرورت ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ اور حضرت مولانا عبد الجبار صاحب غزنویؒ اور حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، وحافظ عبد اللہ صاحب غازی پوری، حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رحیم آبادی۔ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب محدث مبارک پوری، حضرت مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی وغیرہ وغیرہ اجلّہ علماء وائمہ کے جانشین آج پھر پیدا ہوں جو ان کے علوم اور ان کی خدمات، ان کے تدین وتقویٰ اور کمال روحانیت کی نیابت کر سکیں ۔

ہمیں امید وتوقع رکھنی چاہیئے کہ جب مرکزی دار العلوم اپنے شرائط ولوازم کے ساتھ اپنے دائرہ کار کو کافی وسیع بنا لے گا تو ہمیں ایسے رجال علم اور عظیم اشخاص یہاں سے دستیاب ہو سکیں گے اور یہی اس مرکزی دار العلوم کی عظیم الشان کامیابی ہوگی ۔

خداوند کریم ہماری اس آرزو کو جلد بر لائے ۔ اور عوام وخواص سب کی آنکھوں کی اسے ٹھنڈک بنائے اور قلب وجگر کو سرور لازوال عطا فرمائے ۔ اور اس کے اہتمام وانصرام میں حصہ لینے والوں کے درجات ومراتب بلند کرے اور تعمیری خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں کو صدقۂ جاریہ اور باقیات الصالحات کے اجرِ عظیم سے سرفراز فرمائے۔ اور دارین کی خیر وبرکت اور سعادت سے ان کو بہرہ ور فرمائے ۔

سب سے آخر میں جامعات اور دار العلوموں کے معاون وسربراہوں سے عرض ہے کہ آپ اپنے عزم ومنصوبہ میں مضبوطی وپختگی پیدا کریں ۔ اور اپنی ہمت جوانانہ اور اولو العزمی سے مسلسل کام لیتے رہیں علماء وامراء کی مساعدت بفضل اللہ آپ کو ہمیشہ حاصل رہے گی ۔

امید ہے کہ آپ کبھی تھکان محسوس نہ کریں گے اور نہ اپنے عملی جدوجہد میں کمی آنے دیں گے علامہ اقبال نے آپ ہی جیسے جواں ہمت وغیور انسانوں کے لیے کہا ہے۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد
شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد